عبیدالرحمٰن شمسی، پشاور

حیات وحالات حضرت سید رحیم اللہ شاہ باچا صاحبؒ

ہمارے مخدوم وشیخ المشائخ حضرت سید رحیم اللہ شاہ بادشاہ صاحب، نور اللہ مرقدہ کی شخصیت کسی سے مخفی نہیں۔آپ واقعتاً ابدال دوراں تھے۔

پیدائش وابتدائی تعلیم:

آپ کی سن ولادت ۱۹۲۳ء بمقام اضاخیل بالا نزدپبی ضلع نوشہرہ میں حضرت سید عبدالودود صاحبؒ کے گھر ہوئی، آپکے والد ماجد انتہائی نیک و پارسا شخص تھے۔آپ کے آباؤ اجداد میں شیخ مریمؒ جو مغلیہ دور میں بڑے عالم و زاہد شخص تھے، ان کو یہاں کے نواب نے یہ تمام علاقہ ہدیتہً دیا تھا۔مگر انہوں نے صرف یہاں (اضاخیل) میں سکونت اختیار کی۔دور دراز سے غریب لوگ یہاں آتے اور گھر کے لئے جگہ کا مطالبہ کرتے تو شیخ مریمؒ ان کو زمین دے دیتے اس طرح تمام علاقہ شیخ صاحبؒ کی برکت سے آباد ہوگیا۔

شیخ مریمؒ (افغانستان سے ہجرت کرکے باذن شیخ یہاں آکر آباد ہوئے تھے) کی اولاد میں سارے نیک متقی ومرجع خلائق گزرے ہیں، جن میں حضرت سید رحیم اللہ بادشاہ صاحبؒ بھی تھے۔آپ کا شمار پاکستان کے چوٹی کے بزرگوں میں ہوتا ہے۔آپ ہر عام و خاص کے لئے مرجع فیض و رشد تھے۔ان میں عوام کے علاوہ علماء و فقہاء ومشائخ کرام بھی آپ کسب فیض کیلئے تشریف لائے اور ڈھیروں دعائیں لیکر رخصت ہوتے، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی گاؤں میں حاصل کی پھر کتب دینیہ بھی یہیں سے پڑھیں۔اس زمانے میں مدارس شاذونادر ہوا کرتے تھے، طلباء ماہر فن سے کتاب پڑھنے دور دراز کیلئے مساجد کی طرف رخ کرکے اپنی علمی پیاس بجھاتے اور وہیں کسی مسجد میں رہتے تھے وہاں اگر نان شبینہ میسر ہوتا تو کھالیتے ورنہ بھوکے رہ کر اللہ کا دین سیکھتے، اب وہ محنت و مشقت کہاں؟ علم دین تو ہے مگر علم والے کہاں گئے۔وہ علم کیساتھ ساتھ عمل کے خوگر تھے، جس علم میں عمل ہوتا ہے وہ علم باقی رہ جاتا ہے۔

حضرت بادشاہ صاحبؒ کا ہر لمحہ ایسا ہوتا گویا کہ انہوں نے اس عمل کا چلّہ کیا ہوا ہے۔اور وہ اس پر استقامت سے عمل کرتے ہیں۔

دار العلوم حقانیہ میں آمد:

آپ کا دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں داخلے کا سبب یہ بنا کہ آپ اپنے چھوٹے بھائی سید فرمان اللہ صاحبؒ کو مدرسہ میں داخل کرنے کیلئے لائے تھے' جب حضرت عبدالحقؒ سے ملاقات ہوئی توانہوں نے صرف اتنا کہا: آپ بھی یہاں داخل ہوجائیں۔آپ نے وہ بات بلاچوں و چرا قبول کی اور دورہ حدیث میں داخل ہوگئے' حالانکہ آپ نے اس سے قبل حدیث شریف کی کتابیں مختلف جگہوں سے پڑھی تھیں اور باقاعدہ دورہ حدیث کی کتب دار العلوم حقانیہ کی قدیم مسجد میں تھی' وہاں سے ۱۹۵۱ء میں سند فراغت حاصل کی۔آپ کا شمار دار العلوم حقانیہ کے اولین طلباء میں ہوتا ہے۔آپ کے دورہ حدیث کے ساتھی مولانا بشیر احمد صاحب موضع اُچ ضلع دیر فرماتے ہیں کہ بادشاہ صاحب طالب علمی میں بھی نہایت پرہیزگار روزہ دار اور تہجد گزار تھے۔وہ فرماتے تھے کہ ہم چھٹی کے دن اکثر بادشاہ صاحب کے ہاں رات رہتے اور واپسی پر ان کی والدہ محترمہ ہمیں جوار کی روٹی وغیرہ کپڑے میں باندھ کر دیتیں اور دعاؤں کا کہتی تھیں۔

آپکا عقدِ نکاح ۱۹۵۲ء میں چچا کی بیٹی سے ہوا۔آپکو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹوں اور بیٹیوں سے نوازا۔بادشاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنی شادی کا پیغام دینے گیا تو سب سے پہلے (سائیکل پر بیٹھ کر) فخر کشمیر حاجی محمد امین صاحب کے پاس گیا تھا پھر دیگر مشائخ کے پاس گیا' میری شادی کے پہلے مہمان بھی حاجی محمد امین صاحب تھے۔

بادشاہ صاحب اور علم طب:

آپ نے کچھ علم طب بھی سیکھا۔نوشہرہ کینٹ میں حکیم رفیع الدین کے بڑے بھائی حکیم الدین حاذق طبیب تھے۔آپ نے اپنے ہاتھ سے قرآن پاک بھی لکھا جواب بھی موجود ہے۔آپ نے دیکھا کہ علاقے کہ لوگ دین کے حاصل کرنے سے محروم ہیں تو اپنے ہی علاقے میں ۱۹۸۳ء کو حضرت عبدالحقؒ کے دست مبارک سے دار العلوم الاسلامیہ کی بنیاد رکھوائی' اس مدرسہ کو حقانیہ ثانی کہتے تھے۔مجھے یاد آیا کہ شیخ الاسلام قاری محمد طیبؒ دار العلوم حقانیہ جب تشریف لائے تو خطاب کے دوران حقانیہ کو دیوبند ثانیؒ کہا تھا۔اسی دیوبند ثانی کے بانی نے دار العلوم اسلامیہ کو حقانیہ ثانی کا لقب دیا یعنی یہ مدرسہ دار العلوم دیوبند کا سگا پوتا ہوا۔

یادداشتیں:

☆ آپ فرماتے تھے کہ میرے پاؤں کا سائز اور شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ کے پاؤں کا سائز ایک تھا۔وہ جب بھی دار العلوم حقانیہ آتے تو ان کی خدمت میری ذمہ داری ہوتی اور جب وہ قضائے حاجت کے لئے جاتے تو میرے جوتے پہن لیتے۔

☆ ایک مرتبہ فرمایا کہ میرا موضع پبی میں کوئی ضروری کام تھا میری سائیکل خراب تھی' تو میں نے عاریتاً کسی

سے سائیکل مانگ لی۔ دینے والے کی غالباً دلی رضامندی نہ تھی مگر اس نے بظاہر کچھ نہ کہا' بادشاہ صاحب سائیکل پر سوار ہو کر جب آدھے راستے پہنچے تو ٹائر پنکچر ہو گیا' اس وقت وہاں پنکچر والا بھی کوئی نہ تھا' کہتے ہیں کہ میں وہ سائیکل پیدل گھر لایا اور وہاں پنکچر لگوا کر اس کے حوالہ کی اور توبہ کی کہ آئندہ کسی کی مرضی کے بغیر کوئی چیز استعمال نہ کروں گا۔

تقویٰ اور احتیاط:

☆ ایک مرتبہ عبیدالرحمٰن جس کو بادشاہ صاحب طالب جان کہہ کر پکارتے تھے' دارالعلوم تقویٰ میں نیا نیا داخلہ لیا تھا لہٰذا دارالعلوم میں طلباء کی رہائش کا انتظام نہ تھا۔ شروع میں ایک جگہ کسی طالب علم کی مسجد میں گیا وہاں جگہ نہ ملی پھر کسی دوسری جگہ گیا' وہاں جگہ نہ ملی اسی طرح تین چار دن رہائش میں کافی پریشانی ہوئی بالاخر سوچتے سوچتے مدرسہ اسلامیہ بادشاہ صاحب کو ملنے آ گیا تاکہ وہ اس کیلئے بھی دعا کریں اور رہائش کا بندوبست بھی کردیں۔ طالب جان نے عرض کیا بابا جان مجھے مدرسہ میں رہنے کی اجازت دیں کہ میں یہاں رہا کروں اور پڑھنے دارالعلوم تقویٰ جایا کروں تو شفقت کی بناء پر فرمایا کہ بیٹا میرے گھر کی بیٹھک میں رہو' صبح وشام کھانا گھر سے آجایا کریگا مگر مدرسہ میں ہرگز نہ رہو کیونکہ یہاں دوسرے مدرسے کے طالب علم کے رہنے کا جواز نہیں بنتا اور میں پائی پائی کا حساب کیسے کروں گا۔ میں بابا جان کے تقویٰ اور کمال احتیاط کی طرف دیکھ کر حیران ہوا۔

تواضع اور خدمت خلق:

حاجی محمد نوید صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم بادشاہ صاحب کے ساتھ دور دراز سے سفر کر کے مدرسے آگئے رات کا وقت تھا' تھکاوٹ بھی کافی تھی' لہٰذا بادشاہ صاحب نے فوراً چارپائی پر میرے لئے بستر کا انتظام فرمایا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں سو گیا رات کو اوپر اتنا دباؤ پڑ گیا گویا کسی نے چار پانچ کمبل ڈال دیئے ہوں اور میرا دم گھٹ رہا ہو' فوراً میری آنکھ کھلی دیکھا تو بادشاہ صاحب زمین پر لیٹے ہوئے ہیں۔ میں شرم سے نیچے اتر آیا اور دل میں نہایت شرمندہ ہوا۔

حضرتؒ کی فراست:

☆ ایک مرتبہ عبیدالرحمٰن دارالعلوم تقویٰ سے پشاور آرہا تھا' خدا کی شان کہ اس وقت میرے پاس صرف پانچ روپے تھے' دل میں سوچا کہ آج کسی سے قرض نہیں لینا۔ خاموشی سے پیدل پشاور کی طرف روانہ ہو گیا' امانگڑھ پہنچ کر خیال آیا کہ بس میں بیٹھ جاؤ اور پانچ روپے دے کر اضاخیل اتر جاؤں' وہاں بادشاہ صاحب کچھ ہدیہ دیں

گے وہاں سے لے کر گھر تک کرائے کا بندوبست ہو جائے گا۔ غالباً بادشاہ صاحب کے ہاں اس دن کافی مہمان تھے' ان کے ساتھ مصروف ہونے کی بنا پر میں کافی دیر انتظار کرنے کے بعد اجازت ودعا لے کر نکل آیا اور دل میں پیدل پشاور آنے کا سوچ رہا تھا کہ اتنے میں ایک طالب علم بھاگتا ہوا آیا کہا کہ بادشاہ صاحب بلا رہے ہیں۔ جب گیا تو مجھے دس روپے عنایت کئے پھر رخصت کیا' میں ان کی فراست دیکھ کر حیران ہوگیا اور دل میں ان کے لئے بہت سی دعائیں کیں۔ اور وہاں سے ۱۰ روپے میں گھر پہنچ گیا۔

حضرت پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب بھی بادشاہ صاحب کی ملاقات کے لئے ان کے پاس جاتا' وہ حج کے سفر کیلئے پہلے سے مجھے تھیلی دے دیتے' میں دل میں خیال کرتا انشاء اللہ اللہ مجھے اس سال ضرور حج کرائے گا' لہٰذا جس سال بھی انہوں نے سفر کے لئے تھیلی دی' اس سال حج کی توفیق ملی۔

آپ تقریباً دس سال سے بصارت سے محروم تھے۔ مگر آخری دم تک بصیرت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

وفات اور تدفین:

آپ کی وفات ۹۱ سال کی عمر میں بوقت صبح صادق تقریباً ۴ بجے بروز جمعۃ المبارک ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۸ فروری ۲۰۱۴ء کو ہوئی۔ آپ کا نماز جنازہ آپ کے خلیفہ مجاز اور فرزند مولانا پیر منیب اللہ باچا صاحب نے پڑھایا۔ جنازے میں اتنا ہجوم تھا کہ گویا انسانوں کا سیلاب ہے' مدرسے میں جگہ کم پڑنے کی وجہ سے کھیتوں میں لوگ کھڑے تھے اور روڈ پر گاڑیوں کا اتنا رش تھا کہ جی ٹی روڈ پر پارکنگ کی جگہ کم پڑ گئی تھی۔ آپ کی تدفین مدرسہ کے احاطہ شمال میں تدفین کی گئی۔ تدفین کے دوران ہزاروی صاحب نے بیان کرتے ہوئے لوگوں کو اتباع سنت کو کہا جس میں اہم سنت داڑھی پر کافی زور دیا' وہاں کئی افراد نے بیان سن کر اور آپ ﷺ کی قبر اطہر کے غلاف کو دیکھا کہ وہ بادشاہ صاحب کے چہرے پر مَل رہے تھے' درجنوں لوگوں نے داڑھی رکھنے کا تہیہ کرلیا۔ اللہ ان کو اس عزم پر استقامت نصیب کرے۔ آمین۔

حضرت مولانا سمیع الحق آپ کے ایام علالت میں فرمانے لگے کہ حضرت باچا صاحب دارالعلوم کا سرمایہ اور برکت العصر ہیں' آپ کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہیں مسلمانی

☆ ☆ ☆